علماء اور عوام کے درمیان ربط و تعلق

وقت کی اہم ضرورت

مولانا رفیع الدین حنیف

اس عمومی دین بیزاری کے دور میں جب کہ ہر سمت اسبابِ ضلالت وگمراہی کی بہتات اور روز افزونی ہے، سادہ لوح معصوم عوام کو غیر شعوری طور پر اسلامی تعلیمات اور راہِ حق سے برگشتہ کرنے اور انھیں غلط کاری، بے راہ روی اور گمراہی میں مبتلا کرنے کے لیے ہر طرح کے حربے اختیار کیے جا رہے ہیں، ملمع سازی اور ظاہری رعب داب کا سہارا لے کر عوام کو رجھایا اور لبھایا جا رہا ہے، زہر کو تریاق بنا کر پیش کیا جا رہا ہے، عوام اپنے بھولے پن، سادگی وسادہ لوحی میں ظاہری چمک دمک، دلربا، دلفریب تزئین وآرائش سے مرعوب ہو کر عواقب ونتائج سے لاپروا، اس زہر کا بے محابا استعمال کر رہی ہے، منزل کی تلاش میں غیر ارادی طور پر اس کا ہر اُٹھنے والا قدم انھیں تباہی وبربادی کے گڑھے کی طرف لے جا رہا ہے۔

اس وقت آپ چاروں طرف نظر دوڑا کر دیکھئے، ہر سمت آپ کو مختلف گمراہ کن تحریکوں اور تنظیموں کا جال بچھا ہوا نظر آئے گا، مسلمانوں کو دین وایمان سے برگشتہ اور اسلام کے ساتھ ان کے ربط وتعلق کو کمزور کرنے کی جہد وجہد اور کوششیں ہر طرف دکھائی دیں گی، اس الحاد ولادینی، مذہب بیزاری اور خدا ناشناسی کی اس عمومی فضا کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ شیطان نے بندوں کی گمراہی اور ان کو غلطیوں میں مبتلا کرنے کا جو عہد وپیمان باری تعالیٰ سے کیا تھا، اس نے گویا اس وعدے کی تکمیل کے لیے کمر کس لی ہے اور اپنے اس کام کی تکمیل کے لیے بطور عملہ اور کارکنان کے ان بدقماش اور بے دین فرقوں اور جماعتوں کو سرگرم کر دیا ہے۔ دشمنوں کی اس ساری جدوجہد، سعی وعمل اور نقل وحرکت کا مقصد یہ ہے مسلمانوں کے پاس ان کی وہ قیمتی دولت نہ رہے، ایمان وایقان کی اس عظیم ثروت سے محروم ہو جائیں، جس کے بل بوتے پر وہ ہر کام کر گزرنے کی صلاحیت وصلابت اپنے اندر رکھتے ہیں، یقین کی اس کیفیت ولذت سے وہ تہی دست ہو جائیں جس کے

سہارے وہ اپنے کھوئے ہوئے وقار اور اپنی عظمتِ رفتہ کے نقوش دوبارہ بحال کر سکتے ہیں اور اپنے اکابر واسلاف کی یادوں اور عہدِ ماضی کے مظاہر واثرات کو دوبارہ زندہ وتابندہ کر سکتے ہیں، کرسی واقتدار کی زِمام اپنے ہاتھ میں لے کر ان ظاہر پرست، محسوسات ومشاہدات کے خوگر دولتِ یقین سے محروم، نفسانیت کے پجاریوں اور خواہشات کے اسیروں پر لگام کس سکتے ہیں، جس کی واضح مثالیں حیاتِ صحابہ اور بعد کے دور میں اکابرینِ امت کی زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

عیسائی مشنریز اور قادیانیت کی جدوجہد، دیہاتوں اور مسلم بستیوں میں ان کی تبلیغی وتبشیری سرگرمیوں کا مقصد یہ ہے کہ سادہ لوح مسلم عوام کو ان کی غربت وبے روزگاری، مفلسی وبدحالی، زندگی میں درپیش دیگر مسائل اور کمزوریوں کا سہارا لے کر ان کے مسائل کے حل اور ضروریات کی تکمیل کے نام پر ان کے ایمان کی یہ مایہ ان سے چھین لی جائے اور انھیں یقین کی اس چاشنی اور دولت سے محروم کیا جائے جو قرآن کے ارشاد کے مطابق ان کی سربلندی وسرفرازی کی اصل ضامن ہے۔

بعض ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ یہ یورپین اسلامی طرز ہے، بود وباش، لباس وخراش اور حقیقی ایمانی واسلامی زندگی، روئے زمین پر اس کے نفوذ واثرات اور غلبہ واقتدار سے اس قدر خائف ہیں کہ مسلمانوں میں عیسائیت کی تبلیغ، اس کی تحریف شدہ، اصل شکل وصورت سے بگڑی ہوئی، خود ساختہ، نفسانیت وحیوانیت، عریانیت وفحاشیت کی طرف دعوت دینے والی تعلیمات کو عام کرنے اور ساری دنیا کو اس کے نتائجِ بد اور بھیانک انجام سے دوچار کرنے کے لیے اپنی تنخواہ کا معمولی فیصد مختص کرتے ہیں؛ بلکہ ہر گورنمنٹ ملازم کی تنخواہ سے قانونی اور دستوری طور پر اس معینہ رقم کی کٹوتی ہوتی ہے، اگرچہ یہ رقم انفرادی طور پر بالکل حقیر ہوتی ہے؛ لیکن اس رقم کی مجموعی مقدار اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ وہ اس کے بل بوتے عیسائیت کے پرچار اور اپنے مذہب کے دائرہ کو وسیع اور کشادہ کرنے کا کام بہ آسانی انجام دے سکتے ہیں، مُخربِ اخلاق، عریاں تصاویر، برہنہ فوٹوز پر مشتمل اخبارات ومیگزین کی اشاعت اور اس کے ذریعے لوگوں کی ذہنیت کو مغربی تہذیب وثقافت کے رنگ میں رنگ دینا، اس کی کشش وجاذبیت اور س کی سحر انگیزی کا انھیں خوگر اور عادی بنا کر، وقتی لذت میں انھیں مبتلا کر کے، انجام کار سے بے خبر، حیوانیت ونفسانیت کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان کا اسے گلے لگا لینا، یہ تمام امور بھی ان کی اس تبلیغی مہم کا حصہ ہوتے ہیں۔

اس وقت خصوصاً دیہاتوں کی یہ صورتِ حال ہے کہ آبادی کی آبادی، بستی کی بستی، عیسائیت کے دامِ مکر میں آکر ایمان واسلام سے ہاتھ دھو رہی ہے، چرچ کی حاضری اور عیسائیت کے قبول کرنے پر مختلف پُرکشش اسکیموں سے استفادہ اور زندگی کی اہم ضروریات جن میں مکان ودکان، کاروبار وطبی امداد کی فراہمی، ان جیسے دیگر جاذبِ نظر بیش قیمت اور پُرتحیّر وعدوں کو دیکھ کر لوگ دھوکے سے عیسائیت قبول کر رہے ہیں۔

زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، اپنے پاس پڑوس کے ماحول پر نگاہ ڈالیے، ساری جدو جہد دن رات کی تگ و دو اور زندگی کی محنت کا خلاصہ یہ ہو گیا ہے کہ ایک بالشت پیٹ اور اس کی خواہشات کی تکمیل ہو جائے، خواہ اس کے لیے اسلامی اور انسانی حدود کو کیوں نہ پھلانگنا پڑے، اوامر خداوندی اور ارشادات ربانی کی خلاف ورزی کیوں نہ ہو، خدا کی ناراضگی اور خفگی کو دعوت کیوں نہ دی جائے۔ اس کے لیے خواہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ جیسے اہم اور بنیادی شرعی امور کیوں نہ چھوٹ جائیں؛ لیکن مادہ اور معدہ کی پرستش ضرور ہو، کسی خواہش کا گلا نہ گھٹے۔

ان بھیانک اور پرخطر احوال میں علماء اور عوام کے درمیان ربط و تعلق کی اہمیت کافی بڑھ جاتی ہے؛ چونکہ علماء انبیاء کے وارث اور امین ہوتے ہیں، نبی کے بعد نبوت کے کاز اور امت کی اصلاح کی ذمہ داری اِن پر آن پڑتی ہے، اس لیے بے دینی اور لامذہبی کے اس دور میں عوام سے گھل مل کر ان میں ایمان واعمال کی اہمیت اور قدر کا احساس دلانا، احکامِ خداوندی سے اِعراض اور روگردانی والی زندگی کے نتائجِ بد سے آگاہ کرنا، اس زندگی کی حقارت اور آخرت کی ابدالآباد اور لامتناہی زندگی اور وہاں کے حقیقی آرام وراحت کو بتلا کر انھیں اسلامی وایمانی زندگی کا خوگر اور عادی بنانا، یہ علماء کی ذمہ داری ہے، اگر اس راہ میں کچھ سننا پڑے تو اس پر صبر وتحمل سے کام لینا اور اس پر ثواب کا امیدوار ہونا، اگر اس دوران لوگوں سے خوشامدی، منت وسماجت اور ان کے سامنے عاجزی کے اظہار کے مراحل سے گزرنا پڑے تو اس سے گریز نہ کرنا، یہ تمام چیزیں منصبِ نبوت میں شامل ہیں۔

منصبِ نبوی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ عوام کی بے راہ روی بدچلنی اور گمراہی، علماء کو بے چین اور بے کل کر دے اور وہ اس وقت تک چین وسکون کی سانس نہ لیں؛ جب تک کہ امت کے بچاؤ کی ممکنہ تدابیر نہ اختیار کریں، علماء اور عوام کی مثال ایسی ہی ہے، جیسے نبی اور امت کی مثال ہوتی ہے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی گمراہی اور غلط روی پر اصرار اور ان کو غلط راہ سے بچانے اور بھیانک انجام سے نجات دلانے میں اپنی انتھک کوشش اور جدو جہد کی مثال یوں بیان فرمائی ہے:

> "حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ ان کو آگ سے ہٹانے لگا، میں بھی تمہاری کمروں کو پکڑ کر تمہیں جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں؛ لیکن تم لوگ میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے ہو یعنی جہنم کی آگ میں گرتے جا رہے ہو۔" (مسلم: باب شفقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۲۲۸۵)

علماء جو کہ منصبِ نبوت کے حامل ہیں، وہ بھی عوام کی گمراہی، دین سے دوری، اسلامی تعلیمات سے بیزاری پر ایسے ہی فکر مند ہوں اور ان کو تباہی وبربادی کی راہ سے بچانے کی ایسی ہی دھن سوار ہو جیسے کوئی اندھا شخص ہماری نگاہوں کے سامنے گڑھے میں گر رہا ہو، تو ہر شخص جس میں انسانیت کا کچھ بھی مادہ ہے وہ دوڑ کر اسے بچانے اور ہلاکت سے نجات

دلانے کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔

موجودہ دور کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ علماء اور عوام کے درمیان [illegible]، ایک دوسرے سے دوری اور وحشت وتنفر پیدا ہو گیا ہے، جو دراصل اس امت کی سب سے بڑی بدقسمتی اور اسلام کے مستقبل کے لیے بڑا خطرہ اور الحاد و بے دینی کا پیش خیمہ ثابت ہوا ہے، موجودہ دور کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ عوام اور علماء کے طبقے کے درمیان غلط فہمی کی بنیاد پر جو بُعد اور بے گانگی، ایک دوسرے سے وحشت وتنفر پیدا ہو گیا ہے، وہ دور ہو، پھر ان میں دوبارہ ربط وتعلق پیدا ہو اور وہ اسلام کے لیے تعاون واشتراکِ عمل سے کام کریں، ایک دوسرے کی تعظیم اور قدر کو جانیں اور ایک دوسرے کے محاسن سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں، ایک اللہ والے نے علماء اور عوام کے درمیان ربط وتعلق کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرتے ہوئے یوں فرمایا: ”علماء کا عوام کے ساتھ ربط قائم رہا تو یہ امت چلنے والی ہوگی اور علماء اس کو چلانے والے ہوں گے اور اگر چلنے والے نہ ہوں تو علم کا یہ چراغ ختم ہو جائے اور اس کی روشنی سے کسی کو فائدہ نہ ہوگا“۔

حضرت مولانا ابوالحسن ندویؒ ”بے دینی، جہالت، مذہب بیزاری، آخرت فراموشی کی اس عمومی فضا، علماء اور دُعاۃ کی ذمہ داریوں اور ان کے لیے طریقہ کار اور میدانِ عمل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اہلِ نظر جانتے ہیں کہ اس وقت لادینی تحریکات کی سب سے بڑی قوت یہ ہے کہ وہ عوام سے براہِ راست ربط پیدا کرتی ہیں، عوام کی اپنے اصول پر تربیت کرتی ہیں، ان کے داعی عملی لوگ ہیں، سرگرم ومتحرک ہیں، ایثار وقربانی کی روح رکھتے ہیں، اپنے مقاصد کی خاطر ہر قسم کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ان کے پاس عوام کو مشغول رکھنے کے لیے کام ہے، یہ تمام پہلو اس وقت کی مضطرب وبے چین طبیعتوں کے لیے مقناطیس کی سی کشش رکھتے ہیں، ان لادینی تحریکات کا مقابلہ کرنے کے لیے نہ محض نظری فلسفے موزوں ہیں، نہ کاغذی خاکے، نہ محض دلائل وبراہین اور نہ محض دعوتیں جو خواص کے دائرہ میں محدود ہیں اور عوام کو خطاب کرکے اور ان کو کام پر لگانے کے لیے ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، یہ لادینی (یا کم سے کم مادی) تحریکیں تمام دنیا میں آگ کی طرح پھیل رہی ہیں اور ان کی سرنگیں تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں، ان تحریکات کا مقابلہ صرف وہ دینی تحریک کرسکتی ہے جو عوام سے ربط وتعلق پیدا کرنا ضروری سمجھتی ہو، اس کے کارکن کسی طبقہ کو نظر انداز نہ کریں، وہ غریب کا کوئی جھونپڑا، کسان کا کوئی کھلیان نہ چھوڑیں، کارگاہوں میں جائیں، بیٹھکوں اور چوپایوں میں بھی اپنا خطاب کریں، ان میں سرگرمی، جفاکشی اور سخت جانی محنت کشی، لادینی دعوت وتحریک کے پُرجوش کارکنوں سے کم نہ ہو اور خیرخواہی ودلجوئی اور سوزی ودردمندی ان میں ان سے کہیں زائد ہو، اس لیے کہ وہ صرف ان کی معاشی حالت بلند کرنا چاہتے ہیں اور ان کو صرف ان

کی ظاہری پست حالی کا درد ہے؛ لیکن اس دینی دعوت کے کارکنوں کا کام اس سے کہیں زیادہ بلند ہے، ان کی خدافراموشی، بہیمانہ زندگی کا درد ہے جس میں اللہ کی یہ مخلوق پڑی ہوئی ہے اور یہ ان کی دینی، اخلاقی، روحانی اور ذہنی سطح بلند کرنا چاہتے ہیں، مقاصد کے اسی فرق وتفاوت کے ساتھ جد وجہد، دلسوزی، سرگرمی میں زیادتی درکار ہے"۔(دینی دعوت:۳۲۵۔۳۲۶)

حضرت مولانا کی اس چشم کشا تحریر کی روشنی میں علماء اور عوام کے درمیان ربط وتعلق کی اہمیت، اس بے دینی کے ماحول میں تغیر وتبدیلی لانے اور اسے اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ فضا میں بدلنے، غیر مذہبی تحریکات کے مقابلے میں ہماری کوشش اور مساعی کے بالکل حقیر، معمولی اور نا تمام ہونے کا احساس اپنی محنت، جد وجہد، دعوت واصلاح کی راہ میں اپنی قربانی کی مقدار کو بڑھانے کا شعور پیدا ہوتا ہے۔

اس وقت لادینی تحریکات جس سُرعت وقوت کے ساتھ اُفقِ عالم پر پھیل رہی ہیں اور جو وسعت اختیار کر رہی ہیں، اس بے دینی کے سیلابِ بلاخیز پر اگر کوئی بند لگا سکتے ہیں اور اس کے خطرناک اور بھیانک اثرات کو روک سکتے ہیں تو وہ علماءِ دین ہیں؛ لیکن اس کے لیے انھیں عمومی دعوت، عمومی تعلیم وتربیت اور عمومی نقل وحرکت اور جد وجہد کی راہ اپنانا ہوگا اور عوام سے گھل مل کر حتی الامکان ان کے مسائل سے واقفیت اور ان کے حل کی حتی المقدور کوشش اور ان کی ضروریات کی تکمیل کے امکانات پیدا کرنا، ان کے درمیان رہ کر ان سے براہِ راست ربط وتعلق قائم کر کے ان کو بیرونی خطرات سے محفوظ کرنا ہوگا، اللہ عزوجل توفیقِ ارزانی عطا کرے۔

وقتِ فرصت کہاں ، کام ابھی باقی ہے نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں

حضرت مولانا قاری صدیق صاحب رحمۃ اللہ کے بیان کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے جو حضرت نے بارہ مولہ کے تبلیغی مرکز مسجد الرشاد میں تبلیغی ساتھیوں اور ذمہ داروں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

''میرے بھائیو! اگر آدمی اپنے اندر تبدیلی پیدا نہیں کرتا، تو اچھے اعمال میں اگر کسی درجہ میں لگتا بھی ہے، اچھی بات کرتا ہے، تو اس کے اندر غذا بھی ویسی ہی بنتی ہے۔ اس کی وہ بات اسی کی غذا بنے گی جو وہ عمل کرتا ہے۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر کرتا ہے اور اخلاق اس کے ٹھیک نہیں ہیں تو وہ ذکر بداخلاقی کی غذا بنے گا، جن معاصی کے اندر لگا ہے؛ اس ذکر سے ان معاصی کو تقویت پہنچے گی۔ گناہ کرتا ہے تو گناہ کے اندر اور زیادہ طاقت پیدا ہوگی، اور اچھا عمل کرتا ہے تو اس عمل کے اندر طاقت پیدا ہوگی۔ غذا کا کام ہے طاقت بننا، طاقت پہنچانا۔''

(ماہنامہ النور، صادقین نمبر ص ۱۵۸)